

ناولٹ

راضی بہ رضا

ناہید سلطانہ اختر

شادی ہر نارمل لڑکی کی طرح کبھی اس کی بھی خواہش، تمنا اور دلی آرزو ہوا کرتی تھی پھر برسوں یہ لفظ اس کی گویا چڑ بنا رہا۔ جسے دیکھو بس ایک ہی سوال...... ''شادی ہوگئی؟'' جیسے شادی اور وہ بھی صرف اسی کی اس دنیائے رنگ و بو کا سب سے بڑا مسئلہ ہی تو تھی۔

اس سوال کا جواب وہ نفی میں دیتی تو اس ایک سوال کی کوکھ سے یکے بعد دیگرے ان گنت سوالات جنم لینے لگتے۔

کیوں نہیں ہوئی؟ کوئی جوڑ کا نہیں ملا کیا؟ اپنوں میں کوئی رشتہ نہیں تھا؟ اچھی بھلی شکل صورت ہے پھر کیوں نہیں ہوئی بھلا؟ معیار اونچا تو نہیں؟ گھر والوں کو کوئی فکر نہیں ہے کیا؟ وغیرہ، وغیرہ......

ایسے سوالوں سے جان چھڑانے کو اس نے بارہا اس ایک سوال کا جواب اثبات میں بھی دیا تھا مگر وہاں بھی عمرو عیار کی زنبیل منتظر پائی۔ کب ہوئی شادی؟ اپنے ہیں یا غیر؟ میاں کیا کرتے ہیں؟ سسرال میں کون ،کون ہے؟ سسرالیوں کے ساتھ رہتی ہو یا علیحدہ؟ بچے کتنے ہیں؟ بچہ اب تک کیوں نہیں؟ کسی ڈاکٹر کو دکھایا؟ کوئی علاج کرایا؟

لاحول ولا قوۃ ایک جھوٹ نبھانے کو کتنے جھوٹ



ناولٹ

راضی بہ رضا

ناہید سلطانہ اختر

شادی ہر نارمل لڑکی کی طرح کبھی اس کی بھی خواہش، تمنا اور دلی آرزو ہوا کرتی تھی پھر برسوں یہ لفظ اس کی گویا چڑ بنا رہا۔ جسے دیکھو بس ایک ہی سوال...... ''شادی ہوگئی؟'' جیسے شادی اور وہ بھی صرف اسی کی اس دنیائے رنگ و بو کا سب سے بڑا مسئلہ ہی تو تھی۔

اس سوال کا جواب وہ نفی میں دیتی تو اس ایک سوال کی کوکھ سے یکے بعد دیگرے ان گنت سوالات جنم لینے لگتے۔

کیوں نہیں ہوئی؟ کوئی جوڑ کا نہیں ملا کیا؟ اپنوں میں کوئی رشتہ نہیں تھا؟ اچھی بھلی شکل صورت ہے پھر کیوں نہیں ہوئی بھلا؟ معیار اونچا تو نہیں؟ گھر والوں کو کوئی فکر نہیں ہے کیا؟ وغیرہ، وغیرہ......

ایسے سوالوں سے جان چھڑانے کو اس نے بارہا اس ایک سوال کا جواب اثبات میں بھی دیا تھا مگر وہاں بھی عمرو عیار کی زنبیل منتظر پائی۔ کب ہوئی شادی؟ اپنے ہیں یا غیر؟ میاں کیا کرتے ہیں؟ سسرال میں کون، کون ہے؟ سسرالیوں کے ساتھ رہتی ہو یا علیحدہ؟ بچے کتنے ہیں؟ بچہ اب تک کیوں نہیں؟ کسی ڈاکٹر کو دکھایا؟ کوئی علاج کرایا؟

لاحول ولا قوۃ ایک جھوٹ نبھانے کو کتنے جھوٹ

بولنے پڑ جاتے...... چھوٹی خالہ کے چاروں بچے اسی اسکول میں پڑھتے تھے جہاں وہ ٹیچر تھی۔ خالو بچوں کو اسکول چھوڑتے ہوئے دفتر جاتے، خالہ انہیں واپسی پر لینے آجاتیں۔ جس روز خالہ کو کچھ مصروفیت ہوتی وہ چاروں بچوں کو چھٹی کے بعد گھر واپس پہنچانے کی ذمّے داری اسے تفویض کردیتیں۔ اسکول وین والا کہتا
''مس جی ایک دو بچے ہوں تو کوئی بات نہیں چار کو میں نہیں بٹھا سکتا۔'' چنانچہ اسے رکشا، ٹیکسی یا پبلک بس میں بچوں کو لے کر جانا پڑتا۔ اس روز بھی خالہ کو کچھ کام تھا۔ چھٹی کے بعد وہ چاروں بچوں کے ساتھ بس میں سفر کررہی تھی۔ دو اس کی گود میں ٹکے ہوئے تھے۔ ایک ڈرائیور کی سیٹ پکڑے کھڑا تھا دوسرا کھڑکی سے لگا باہر نظارہ کررہا تھا۔ اس کے ساتھ بیٹھی بڑی بی نے ذاتیات میں مداخلت شروع کردی۔

''کہیں کام کرتی ہو؟''

''جی......''

''کہاں؟''

''اسکول میں پڑھاتی ہوں۔''

''یہ بچے تمہارے ہیں؟''

''جی......''

''میاں کیا کرتے ہیں؟''

''بزنس......''

''ماشاءاللہ! کاہے کا بزنس ہے۔''

''کپڑوں کا۔''

''آمدنی اچھی ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے۔''

''کتنے سال ہوگئے شادی ہوئے؟''

''پانچ۔''

''ہیں! پانچ تو کیا یہ تمہاری دوسری شادی ہے؟''

''نن...... نہیں۔'' اسے بڑی بی کی ذہنی حالت مشکوک لگی۔

''پانچ سال شادی کو ہوئے مگر یہ تمہارا بڑا والا تو نو دس سال کا لگ رہا ہے۔'' بڑی بی نے ڈرائیور کی سیٹ سے لگے بچے کو دیکھا۔

''برے پھنسے!'' وہ ٹپٹا گئی۔

''ان کی دوسری شادی ہے...... میری تو پہلی......''

''وہی تو میں کہوں۔'' بڑی بی کی بے چین اور متجسس روح کو جیسے قرار آگیا۔

''اللہ جانے لوگوں بالخصوص خواتین کو اتنا شوق کیوں ہوتا ہے دوسروں کے ذاتی معاملات کھنگالنے کا۔

☆☆☆

یونیورسٹی کے آخری دنوں میں اس کی کلاس فیلوز اور سینئرز کے رشتے طے ہونا اور بعض کی شادیاں بھی انجام پانا شروع ہوگئی تھیں۔ خاندان میں اس کی ہم عمر بلکہ بعض کم عمر کزنز کے رشتے ناتوں اور شادیوں کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے آگے پیچھے سب نمٹتی چلی جارہی تھیں۔ کوئی اپنے ہی خاندان میں کسی لڑکے سے بیاہ کر تو کوئی خاندان سے باہر شادی رچا کر کسی کی ارینجڈ میرج تو کسی کی لو میرج...... کسی نے یونیورسٹی ہی میں چکر چلا کر رشتہ ڈھونڈ لیا تھا تو کوئی یونیورسٹی سے باہر کسی سے منسوب ہوگئی تھی۔ نہایت حیرت انگیز کیس تو عروہ کا تھا۔ چھوٹا سا قد، ہیبت انگیز حد تک فربہ جسم، آنکھوں پر نظر کی عینک اور بھدے سے نین نقش مگر لہجہ مٹھاس میں ڈوبا! بات کرتی تو آنکھیں بند کرکے سنتے ہی رہنے کو جی چاہتا۔ لہجے کی اسی مٹھاس سے اس نے اپنے بھائی کے ایک دوست کو اپنا ایسا گرویدہ کرلیا کہ اس نے اپنے گھر والوں سے کہہ دیا شادی کرے گا تو اسی لڑکی سے ورنہ کسی سے نہیں اور ساری زندگی نہیں...... گھر والے لاکھ چیخے دہاڑے مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ آخر کو گھر والوں نے شرط رکھی کہ لڑکی دبلی ہوجائے۔ عروہ نے ڈائٹنگ کی۔ جم جوائن کیا اور چار پانچ ماہ میں فٹ فاٹ ہوگئی۔ نظر کی عینک کی جگہ کانٹیکٹ لینز لگانے لگی۔ بیوٹی پارلر سے نین نقش ابھارنے اور سنوارنے کا فن بھی سیکھ لیا۔ اسی لڑکے سے نکاح ہوا اور دو ماہ بعد رخصتی انجام پائی۔ اب سسرال میں ٹھاٹھ کررہی تھی۔

اماں جب اپنی بیٹیوں کی عمر کی کسی لڑکی کی منگنی، نکاح، شادی اور رخصتی کی خبر سنتیں، ٹھنڈی سانس بھر کر کہتیں۔ ''ہماری بچیوں کے نصیبے اللہ جانے کس بھاری سل تلے دبے ہوئے ہیں، کھل کر ہی نہیں دیتے۔''

یہ نہیں کہ رشتے نہیں آتے تھے، آتے تو تھے مگر کہیں نہ کہیں بات اٹک جاتی۔ ہوتا کام رک جاتا۔ اماں کو مایوسی کے دورے پڑنے لگتے۔ ہاتھ مل، مل کر کہتیں۔ ''اللہ جانے کیا بات ہے، ہوتی بات ختم ہوجاتی ہے۔''

''آپا مجھے لگتا ہے کسی نے بندش کروا رکھی ہے۔'' خالہ قیاس ظاہر کرتیں۔

''ارے زاہدہ ہماری کس سے ایسی دشمنی ہے جو بچیوں کے لیے بندش کروائے گا۔''

''تمہاری نندیں ہیں ناں۔'' خالہ کہتیں۔

''وہ بھلا کیوں کروائیں گی۔ ہماری بیٹیاں ان کے اپنے بھائی کی بیٹیاں بھی تو ہیں۔''

''آپا بندش کروانے والے یہ کب سوچتے ہیں۔'' بیٹیاں بھی تو ایک دو نہیں پوری پانچ تھیں۔ برس، سوا برس، ڈیڑھ برس کے فرق سے۔ ایک ساتھ سبھی ایک دوسرے کے کندھے سے کندھا ملا کر کھڑی ہوگئی تھیں۔ سب کی سب خوش قامت، خوش شکل اور پڑھی لکھی۔

ابا کہتے پہلے بڑی کی کریں گے پھر ترتیب وار ایک کے بعد دوسری...... یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد سب سے بڑی انیقہ شادی کے انتظار میں دو ڈھائی برس گھر ہی میں بیٹھی رہی۔ امی کا حکم تھا دوسرے گھر جانا ہے گھر داری سیکھو۔ دو ڈھائی سال وہ گھر داری ہی میں لگی رہی۔ رشتے آئے مگر کہیں بات نہیں بنی۔ رشتے والوں کے سامنے چائے کی ٹرے لے جا لے جا کر وہ ایسی دل برداشتہ ہوئی کہ اس نے اعلان کردیا کہ وہ مزید گھر نہیں بیٹھ سکتی۔ ملازمت کرے گی۔ امی نے ابا کو یہ بات بتائی۔

''کوئی ضرورت نہیں، ہمارے خاندان میں پہلے کسی لڑکی نے کی ہے ملازمت جو یہ کرے گی؟'' ابا نے کہا۔

''آپ کی بھانجیاں کرتو رہی ہیں۔'' امی بولیں۔

''میں اپنے خاندان کی بات کررہا ہوں۔'' ابا نے پہلو بدلا۔

''گھر بیٹھ کر کیا کرے وہ۔ اب تو عائشہ بھی یونیورسٹی سے فارغ ہونے کو آگئی۔''

''گھر بیٹھ کر کیا کرے۔'' ابا نے تیوری چڑھا کر اماں کو دیکھا۔ ''کیا کرتی ہیں لڑکیاں گھر بیٹھ کر...... گھر داری کرے، تمہارا ہاتھ بٹائے، دوسرے گھر جانے کی تیاری کرے۔''

''دوسرے گھر جانے کی کوئی امید تو بنے...... اس کے ساتھ کی تقریباً ساری ہی لڑکیوں کی شادی ہوگئی۔ بعض کی گود میں تو بچہ بھی آگیا۔''

''ہوجائے گی...... ہوجائے گی...... اس کی بھی ہوجائے گی۔'' تسلی دینے میں ابا کا جواب نہیں تھا۔

''جب تک نہیں ہورہی تب تک تو کرلے۔''

''کیا......؟'' پتا نہیں ابا جان بوجھ کر انجان بنے تھے یا واقعی نہ سمجھ پائے تھے۔

''نوکری اور کیا۔''

''کہہ دیا ناں...... ایک دفعہ کی بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی۔'' برس اور گزر گیا۔ عائشہ بھی اب یونیورسٹی سے فارغ ہوکر گھر بیٹھ چکی تھی۔

''خدا جانے کہاں جاسوئی ہے ہماری بچیوں کی قسمت۔'' اماں نہایت تفکر سے کہتیں۔

''کہیں نہیں جاسوئی ہے، جو وقت اللہ نے لکھ دیا ہے اسی وقت پر ہوگی اور جب وقت آئے گا تو ہم تم دیکھتے رہ جائیں گے۔'' ابا فرماتے۔

''مجھے تو خفقان ہونے لگتا ہے۔ ایک نہیں پانچ برابر کی کھڑی ہیں۔'' اماں پریشانی ظاہر کرتیں۔

''اللہ پر بھروسا رکھو۔'' ابا تسلی دیتے۔

''کسی نے بندش تو نہیں کروا رکھی۔'' خالہ کا پھونکا ہوا صُور اب اماں کی زبان سے بھی ادا ہونے لگا تھا۔

السلام علیکم

ہمیں اپنے بلاگز (ویب سائیٹ) FAMOUS URDU NOVELS, BOOKS BANK

PRIME URDU NOVELS, FREE URDU DIGEST, READING CORNER

کے لئے ناول رائیٹرز کی ضرورت ہے۔ اگر آپ ہمارے بلاگز پر اپنا ناول، ناولٹ، افسانہ، کالم،

آرٹیکل، شاعری پوسٹ کروانا چاہیں تو ہم سے رابطہ کریں۔ اپنی تحریر اردو میں ٹائپ کر کے ہمیں بھیجیں۔

آپ کی تحریر ایک ہفتے کے اندر پوسٹ کر دی جائے گی۔ مزید تفصیلات کے لئے ان باکس میں رابطہ

کریں یا ای میل کریں یا ہمارے گروپ اور پیج پر رابطہ کر سکتے ہیں۔ یا واٹس ایپ پر بھی کانٹیکٹ کر سکتے ہیں۔

Wats app No :- 03335586927

Email address :- aatish2kx@gmail.com

Facebook ID :- www.facebook.com/aatish2k11

Facebook Group :- FAMOUS URDU NOVELS AND DIGEST

SEARCH AND REQUEST FOR NOVELS, NOVELS DISCUESSION

”ہماری کسی سے دشمنی چل رہی ہے۔؟“ ابا بے پروائی سے سوال کرتے۔

”اللہ نہ کرے۔“

”تو پھر ایسی فضول باتوں سے فائدہ !“

☆☆☆

بالآخر ابا کو اسے ملازمت کی اجازت دینا ہی پڑی مگر صرف اسکول، کالج کی حد تک۔ اس نے ایک اسکول میں ملازمت شروع کردی۔ گھر سے باہر نکلنے کے بعد پتا چلا گھر میں تو بہت عافیت تھی۔ صبح سے دوپہر تک بچوں کے ساتھ مغز کھپائی ذرا سی سہو پر انتظامیہ کی جانب سے جواب طلبی...... والدین کو اپنی کارکردگی سے مطمئن کرنا۔ پرائیویٹ اسکول تھا جو والدین مٹھی بھر فیسیں ادا کرتے۔ ذرا سی بات پر اسکول آپہنچتے، ٹیچر کی ذرا سی غلطی کو آسمانوں اچھالتے، پڑھانے والیوں کو پھونک، پھونک کر قدم رکھنا پڑتا۔ صد شکر کہ ایقہ کو بچوں، والدین اور انتظامیہ کی گڈ بکس میں آنے میں زیادہ وقت نہیں لگا اور اس کی بنیادی وجہ اس کا اپنے کام میں انہماک اور بچوں کے ساتھ دوستانہ رویّہ تھا۔ وہ بچوں کو ٹیچر کی روایتی سختی سے قابو میں رکھنے کے بجائے انہیں نرمی، محبت اور خلوص سے مرعوب رکھتی۔ والدین اور انتظامیہ کے ساتھ بھی اس کا رویّہ نہایت متاثر کن تھا جلد ہی وہ اسکول میں بچوں اور ان کے والدین کی پسندیدہ ترین ٹیچر بن گئی۔ اسے درس و تدریس میں مزہ آنے لگا۔

شادی کا مسئلہ جوں کا توں اٹکا ہوا تھا۔ اسکول میں شروع شروع کے دنوں میں اس کی ساتھیوں نے شادی کے بارے میں استفسار کیا پھر سب ٹھنڈے ہوکر بیٹھ گئے۔ ”کوئی رشتہ آیا؟“ تاہم کبھی کبھار یہ ضرور پوچھا جاتا۔

”آتے رہتے ہیں۔“ وہ ٹالنے والے انداز میں کہتی۔

”آتے رہتے ہیں تو شادی ہوتی کیوں نہیں؟“

”جب ہونا ہوگی ہو جائے گی۔“ وہ بظاہر بہت بے پروائی سے کہتی مگر سچ یہ تھا کہ جوں، جوں وقت گزر رہا تھا وہ خود بھی متفکر ہوئی جارہی تھی۔

”مس ایقہ، اٹ از ہائی ٹائم فار یو۔“ پرنسپل کہتیں۔ ”اب آپ کی شادی ہو جانی چاہیے۔“

وہ مسکرا دیتی مگر دل میں اندھیرا سا پھیل جاتا۔ ہر لڑکی کی طرح وہ بھی ایک ساتھی کا خواب دیکھتی تھی۔ اپنے گھر کی آرزو رکھتی تھی۔ وہ گھر جسے وہ اپنی اور اپنے رفیقِ زندگی کی مرضی کے مطابق آراستہ کرے، جس کے صحن میں بچوں کی قلقاریاں سنائی دیں۔ اسکول، کالج اور یونیورسٹی کے زمانے کی بعض ساتھیوں سے براہ راست رابطہ ہونے یا اِدھر اُدھر سے خبریں ملنے پر پتا چلتا تھا بعض تو تین، تین، چار، چار بچوں کی مائیں بن چکی تھیں۔ اس کے اپنے دل میں بھی ماں بننے کی خواہش ہمکنے لگتی۔

دن کو دل میں ہمکنے والی یہ خواہش ایک رات عجیب سا خواب بن کر اس کی بند آنکھوں میں اتر آئی۔ اس نے دیکھا جیسے وہ پلنگ پر لیٹی ہے اس کے پہلو میں ایک نومولود بچہ پڑا ہے، اماں آتی ہیں اور اس نومولود کو اس کے پہلو سے اٹھا کر لے جانے لگتی ہیں، وہ چلاتی ہے اسے مت لے جاؤ یہ میرا بچہ ہے، یہ میرا بچہ ہے، چلاتے، چلاتے اس کی آنکھ کھل گئی...... وہ متوحش ہوکر اٹھ بیٹھی تھی۔

”کیا ہوا؟“ اس کے ساتھ دوسرے بیڈ پر لیٹی عافیہ نے آنکھیں کھول کر پوچھا۔

”کچھ نہیں...... خواب میں ڈر گئی ہوں۔“

”کیا خواب تھا؟“ عافیہ اٹھ بیٹھی۔

”کچھ نہیں تم سو جاؤ۔“

”سونے دو ناں یار، آپ لوگ اتنی رات کو کیوں بول رہے ہو۔“ تیسرے بیڈ پر لیٹی حریمہ کلبلائی۔

عافیہ لیٹ گئی۔

”سو جاؤ آپا...... کچھ نہیں ہوتا۔“ عافیہ نے اسے تسلی دی۔

”ہاں۔“ اس نے دکھے دل سے سوچا۔ ”کچھ

ہوتا ہی تو نہیں...... وقت پر ہوگیا ہوتا تو آج میں بھی خواب میں بچے کی ماں بننے کے بجائے اپنی دوستوں کی طرح سچ مچ بچوں کی ماں ہوتی۔“

وہ ماندے دل سے دوبارہ لیٹ گئی۔ دل ایک ان کہے دکھ میں غوطہ زن تھا۔ وہ جاگ کر بھی اس میٹھے، میٹھے درد کو محسوس کرسکتی تھی۔ اس نے کمرے میں پہلو بہ پہلو بچھے تین بیڈز میں سے دو پر سوئی بہنوں کو دیکھا۔ تیسرے بیڈ پر وہ خود تھی۔ عائشہ اور عبیرہ دوسرے کمرے میں سو رہی تھیں۔ دنوں وہ اس خواب کے درد میں ڈوبی رہی۔

☆☆☆

اسکول میں بچوں کی ماؤں کی طرف سے بھی کبھی، کبھی حزم و احتیاط کے ساتھ پوچھ لیا جاتا۔

”مس جی......! آپ نے شادی کیوں نہیں کی ابھی تک؟“

وہ مسکرانے پر اکتفا کرتی۔ کیا بتاتی پوچھنے والوں کو...... یہ کہنا فولاد کا حوصلہ مانگتا تھا کہ خواہش تو بہت ہے مگر ہوتی نہیں۔

اسکول سے باہر تو ہرایرے غیرے نتھو خیرے کو اب جیسے اس قسم کے سوالات پوچھنے کا لائسنس مل چکا تھا کہ ”شوہر کیا کرتے ہیں؟“ وہ ابتدائی سوال کہ ”شادی ہوگئی؟“ تو جیسے اب خارج از نصاب ہو چکا تھا فوراً شوہر کی ذاتیات کھنگالی جانے لگتیں۔ وہ ان سوالوں سے اتنی عاجز آچکی تھی کہ اب اکثر جھوٹ ہی سے کام چلاتی۔ اس کا فرضی شوہر انجینئر تھا اور وہ دو بچوں کی ماں تھی۔ پوچھنے والے بچوں کی ذاتیات بھی کھنگالنے لگتے، کتنے بڑے ہیں؟ کون سی کلاسوں میں پڑھتے ہیں؟ وغیرہ، وغیرہ......

اسے سخت کوفت ہوتی۔ زندگی اس کی تھی۔ شادی اس کا ذاتی معاملہ تھا اور اس معاملے پر دانت وہ لوگ تیز کرتے جن کے ساتھ کچھ دیر کو سفر کرنے یا کسی بہانے کچھ دیر کو ملنے کا اتفاق ہوتا۔

”لگتا ہے ساری دنیا بس میرے شوہر، میرے بچوں اور میرے گھر کے تجسس میں مری جارہی ہے۔“ وہ دانت بھینچ کر سوچتی۔

بات اب شادی سے بھی آگے شوہر اور بچوں تک جا پہنچی تھی جس کا واضح مطلب یہ تھا کہ وہ شادی کی عمر سے آگے نکل آئی تھی۔

اماں اسے حسرت زدہ نظروں سے دیکھتیں۔ چھوٹی بہنوں کی نگاہیں گِلہ کرتیں۔ ”تم ہمارے راستے کی دیوار بن گئی ہو۔“ ابا اس کی طرف شاذ ہی نظر کرتے۔ ایقہ کو ان سب سے شرم محسوس ہونے لگی تھی۔ لیکن وہ خود بھی تو عذاب سہہ رہی تھی۔ سرخرو نہ ہو سکنے کا عذاب...... خدا جانے لوگوں کی نظروں کو کیا ہوگیا تھا۔ اچھی بھلی خوش شکل تھی وہ اور جامہ زیب بھی۔ آنے والے ڈٹ کر کھاتے پیتے اور چلے جاتے۔ واپس پلٹ کر منہ نہ دکھانے کے لیے۔

اسے تو اب آنے والوں سے چڑ آنے لگی تھی۔

”مت اتنا اہتمام کیا کریں آپ لوگ۔“ وہ منہ کھول کر اماں سے کہہ دیتی۔

”اتنا کھلانے پلانے پر تو پلٹ کر آتے نہیں...... اہتمام نہ کریں تو شاید دروازے ہی سے لوٹ جائیں۔“ اماں نہایت دل گرفتہ ہوکر جواب دیتیں۔

”کھاتے تو ایسے ہیں جیسے پہلے نہ ملا ہو۔“ وہ... بڑبڑاتی۔ دیکھنے تو اسے آتے تھے پسند تیسرے چوتھے نمبر کی بہن کو کر جاتے۔ بیچاری عائشہ کو بھی قابل التفات نہ گردانتے۔

”ہمیں تو اکیس بائیس تک کی لڑکی چاہیے۔“ لڑکے کی اماں جان فرماتیں جبکہ ان کا اپنا بیٹا پینتیس، سینتیس سے تو کسی صورت کم نہیں دکھائی دے رہا ہوتا۔

”بھائی کی شرط ہے کہ لڑکی بہت خوب صورت ہو۔“ لڑکے کی بہن ”بہت“ پر زور دیتی چاہے خوب صورتی کی شرط عائد کرنے والا بھائی لنگور ہی کیوں نہیں نظر آتا۔

آئے دن رشتے والوں کی کوئی نہ کوئی ٹولی آدھمکتی۔ پہلے صرف اسی کو سامنے کیا جاتا تھا پھر عائشہ

بھی ''ٹرے پریڈ'' میں حصہ لینے لگی تھی اور اب تو اماں نے بہانے سے چاروں، پانچوں ہی کو سامنے کرنا شروع کر دیا تھا۔ آنے والوں کی نگہ انتخاب تیسری، چوتھی اور پانچویں پر رکتی مگر ابا منع کر دیتے۔

''پہلے دو بڑیوں کی کریں گے انہیں چھوڑ کر چھوٹیوں کی کیسے کر دیں۔''

بالآخر اماں نے ابا کو سمجھا بجھا کر دو بڑی بہنوں سے پہلے عافیہ کا رشتہ کر دینے پر آمادہ کر ہی لیا۔

''اچھا ہے ناں آپا ایک تو کم ہوگی۔'' عائشہ نے سمجھداری کا ثبوت دینے کی کوشش کی۔

انیقہ اسے کھوئی، کھوئی آنکھوں سے دیکھنے لگی۔ کیا واقعی اسے کوئی ملال نہیں تھا کہ اس سے پہلے چھوٹی کی شادی ہونے جا رہی تھی۔

''ہماری بھی ہو ہی جائے گی۔'' عائشہ نے مسکرانے کی کوشش کی۔

''تم واقعی خوش ہو؟'' اس نے عائشہ کو بے یقینی سے دیکھا۔

''ہاں، ہاں میں واقعی خوش ہوں...... خوش نہ ہونے والی بات کیا بھلا، ایک جائے گی تو اماں، ابا کا بوجھ تو ہلکا ہوگا۔ مجھے تو ابا پر سخت ترس آتا ہے۔ بیچارے اتنے بوڑھے دکھائی دینے لگے ہیں۔''

انیقہ کو عائشہ کے سامنے اپنا آپ نہایت بونا سا محسوس ہوا۔ وہ اس طرح کب سوچتی تھی۔

''میری تو اگر شادی نہ بھی ہو تو مجھے پروا نہیں، اماں، ابا کے ساتھ بھی تو کوئی ہونا چاہیے ناں انہیں بیٹے سے محرومی کا ویسے ہی بہت احساس رہتا ہے۔'' عائشہ بولی۔

انیقہ کو دل ہی دل میں ندامت محسوس ہوئی کہ وہ عائشہ کی طرح کیوں نہیں سوچتی تھی۔

عافیہ کی بات پکی ہو گئی اور گھر میں شادی کی تیاریاں ہونے لگیں۔ شادی کی تیاریوں میں عائشہ نے اماں، ابا کا مردانہ وار ساتھ دیا۔ جہیز کی تیاری کے لیے نہ جانے کتنے دن بازاروں میں خوار ہوتی رہی۔ ابا کہتے، عاشی نے تو بیٹے کی کمی پوری کر دی۔

''کچھ بھی تو نہیں ابا، میں کرتی کیا ہوں، بس آپ کے ساتھ بازار ہی تو چلی جاتی ہوں۔'' عائشہ انکساری سے کہتی۔

''میرج ہال کی بکنگ کے لیے دس بارہ ہالز کس نے چھانے بھلا۔''

''ارے ابا وہ بھی کوئی کام تھا بھلا...... اس بہانے میں نے میرج ہالز کی ڈیکوریشن دیکھ لی۔ آپ دیکھنا عافی کی مایوں اور مہندی پر میں کس طرح دونوں ایونٹس آرگنائز کرتی ہوں۔''

انیقہ کو عائشہ کی دماغی صحت مشکوک لگی۔ عجیب پاگل لڑکی تھی۔ چھوٹی بہن کی شادی ہو رہی تھی اور وہ خود کنواری ہو کر اس کی ''گاڈ پیرنٹ'' بننے کی کوشش کر رہی تھی۔ انیقہ کا اپنا دل تو جیسے بیٹھا جاتا تھا۔ گھر میں لوگوں کا آنا جانا لگا ہوا تھا۔ انیقہ کو نہ جانے کیوں لوگوں کی نگاہوں میں اپنے لیے رحم اور ترس ڈولتا دکھائی دیتا۔ عافیہ کے سسرالی آتے تو وہ کمرے میں چھپ جاتی۔ ان کا سامنا کرنے سے اسے کوفت محسوس ہوتی۔ اسے عائشہ پر حیرت بھی ہوتی غصہ بھی آتا۔ نہ جانے کیسے وہ بڑے مزے سے عافیہ کی ساس، نندوں اور دیوروں کی آؤ بھگت بھی کر لیتی تھی اور ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں بھی بگھار لیتی تھی۔

اسکول میں گو کوئی اس سے ایسی ویسی بات نہ کرتا مگر نہ جانے کیوں اسے ایسا محسوس ہوتا جیسے ساتھی ٹیچر بھی اسے ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں ان دنوں۔ ان نگاہوں سے بچنے کے لیے وہ فری پیریڈ میں اسٹاف روم میں بیٹھنے کے بجائے لائبریری میں بیٹھنے لگی تھی۔ وہیں بیٹھ کر کاپیاں چیک کرتی۔ کسی بچے کے والدین ملنے کے لیے آتے تو انہیں وہیں بلا لیتی۔ بعض والدین اپنے بچوں کی تعلیم میں غیر معمولی دلچسپی لیتے۔ اس کی کلاس میں چند بچے ایسے تھے جن کے والدین اس سے اکثر رابطے میں رہتے۔ فری پیریڈز میں والدین کو ٹیچرز سے ملنے کی پوری آزادی تھی۔ جن بچوں کے والدین آئے دن رابطے میں رہتے ان میں

سے ایک نہال بھی تھا۔ اس کی والدہ اکثر آتیں کبھی اکیلی کبھی اپنے شوہر کے ساتھ۔ خوب صورت، بااخلاق، ہنس مکھ اور زندہ دل سی خاتون تھیں۔ ان سے انیقہ کی بے تکلفی بتدریج اس حد تک بڑھ گئی تھی کہ اسکول میں ملاقات کے علاوہ اکثر اس کے ذاتی نمبر پر بھی رابطہ کر لیتیں۔

''مس...... آپ اتنی اچھی ہیں شادی کیوں نہیں ہوئی آپ کی ابھی تک ہے؟'' یہ سوال ان کی طرف سے بھی کیا جا چکا تھا۔

''اللہ میاں سے پوچھیں۔'' اس نے تیسری، چوتھی مرتبہ ان کے اس استفسار پر کہا تھا۔

''اللہ میاں سے کون پوچھ سکتا ہے مس۔'' وہ کانوں کو ہاتھ لگا کر بولیں۔ بے تکلفی زیادہ بڑھی تو ایک روز انہوں نے کہا۔ ''میں نے اپنے ہسبینڈ سے کہا ہے کہ آپ کے لیے کوئی رشتہ دیکھیں۔''

اسے کوفت ہوئی، نوبت یہاں آ پہنچی تھی کہ اب اس کے شاگرد کی اماں اس کے لیے اپنے میاں سے رشتہ ڈھونڈنے کو کہہ رہی تھیں۔ جی تو چاہا کہ ان سے اپنی ساری دوستی اور تعلقات برطرف کر کے ان سے کہے۔ ''آپ کو یہ حق کس نے دیا۔'' مگر مروتاً چپ رہی مگر اس نظر اندازی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ایک روز دونوں میاں، بیوی اپنے بیٹے کی پروگریس معلوم کرنے آئے تو خاتون نے اس کے منہ پر ہی میاں کی موجودگی میں کہا۔ ''میں نے ان سے آپ کے لیے کوئی اچھا رشتہ دیکھنے کو کہا ہے۔'' اسے سخت شرمندگی ہوئی، تاؤ بھی آیا مگر مروتاً خاموش رہی۔

شوہر صاحب رئیل اسٹیٹ بزنس میں تھے، بیگم، بچوں اور خود ان کے اپنے ٹھاٹھ باٹھ سے اور ان کی بیش قیمت دو تین رنگ برنگی گاڑیوں سے پتا چلتا تھا کہ خوب کماتے ہوں گے بلکہ دھواں دھار کماتے ہوں گے۔ بچوں کو ڈرائیور چھوڑنے اور لینے کے لیے آتا۔ بچے سادہ لوحی میں اکثر اپنی ٹیچرز کو بہت کچھ بتا دیتے ہیں۔ نہال نے اسے بتایا تھا ایک گاڑی ڈیڈی کی ہے، ایک ممی کی ایک ہم لوگوں کی یعنی بچوں کی جو ڈرائیور چلاتا تھا۔ نہال اور اسکول میں زیر تعلیم اس کی بہن اور بھائی کی صحت سے اندازہ ہوتا تھا کہ غیر معمولی گھرانے کے کھاتے پیتے بچے تھے۔ بڑی بہن ساتویں جماعت میں تھی بھائی، نویں میں' ان تینوں سے دو بڑے، بہن، بھائی اور بھی تھے۔ بھائی سیکنڈ ائیر میں تھا، بہن یونیورسٹی میں۔

''میں تو چاہتی تھی کہ بچوں کی پیدائش میں زیادہ وقفہ نہیں ہو آگے پیچھے ہوں تو سب ایک ساتھ جوان ہو جاتے ہیں مگر ہمارے میاں صاحب کہتے تھے وقفے ہونا چاہیے، اتنا وقفہ ہوا کہ نہال صاحب کلاس تھری میں بیٹھے ہیں اور ہماری بڑی بیٹی یونیورسٹی میں۔'' نہال کی امی نے ایک روز نہایت بے تکلفی سے اسے یہ تک بتا دیا تھا۔

☆☆☆

عافیہ کی ہونے والی ساس نے بیٹیوں کی خواہش پر شادی کی تاریخ موسم گرما کی تعطیلات کے دوران رکھی تھی۔ اکلوتا بیٹا تھا، بہنیں چاہتی تھیں بچوں کی چھٹیاں ہوں تاکہ بھائی کی شادی کے لیے وہ بچوں سمیت اطمینان سے میکے آ کر رہ سکیں تاہم شادی کی تیاریاں دونوں گھرانوں میں ہی تعطیلات سے کافی پہلے ہی شروع کر دی گئی تھیں۔ تعطیلات شروع ہوتے ہی ان تیاریوں میں زیادہ تیزی اور گرمجوشی آ گئی۔ انیقہ نے بھی ماندے دل سے مایوں، مہندی، بارات اور ولیمے کے لیے چار جوڑے سلوا لیے تھے۔ ریڈی میڈ اسے کبھی نہ بھاتے، ہمیشہ درزی سے اپنے ناپ کے عین مطابق سلوانے کو ترجیح دیتی۔

شادی میں بس چند دن ہی رہ گئے تھے۔ اس نے سوچا جوتوں کی خریداری کا قصہ بھی تمام کیا جائے۔ وقت کے وقت کون بھاگتا پھرے گا۔ جلدی میں خریداری کرو تو اچھی طرح دیکھ بھال کر چیز خریدنے کا وقت بھی نہیں ملتا۔ طبیعت اندر سے ان دنوں اتنی مضمحل تھی کہ وہ اکیلی ہی جوتے خریدنے بازار چلی گئی۔ ان دنوں کپڑوں کے ہم رنگ جوتوں کا فیشن اِن تھا۔ وہ

ولیمے کے جوڑے کے رنگ کے سینڈلز پہن کر جوتوں کی دکان میں قدِ آدم آئینے کے سامنے کھڑی آگے پیچھے گھوم کر سینڈلز کا جائزہ لے رہی تھی کہ دفعتاً اسے اپنے شانے پر کسی کے ہاتھ دھرنے کا احساس ہوا اور ساتھ ہی آئینے میں نہال کی امی کا مسکراتا ہوا عکس دکھائی دیا وہ بے ساختہ مڑی۔

''کیسی ہیں مس؟'' انہوں نے اس کے شانے سے اپنا ہاتھ ہٹا کر اس کا ہاتھ نہایت تپاک سے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔

''الحمدللہ......!''

''سینڈلز بہت پیارے لگ رہے ہیں آپ کے پاؤں میں۔'' وہ اس کے پیروں کی جانب دیکھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا ہوا کوئی تو مشورہ دینے والا مل گیا۔ سمجھ میں ہی نہیں آ رہا تھا کہ لوں یا نہ لوں۔''

''لے لیں...... لے لیں...... بہت پیارے لگ رہے ہیں۔ مگر کلر پرپل ہی کیوں؟''

''کپڑوں کی میچنگ کے ساتھ۔''

''پھر ٹھیک ہے...... کوئی خاص موقع ہے کیا؟'' وہ اسے معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ دیکھتے ہوئے بولیں۔

''جی...... وہ...... چھوٹی بہن کی شادی ہے۔ اس کے ولیمے کی تقریب میں پہننے کے لیے۔''

''چھوٹی بہن کی......'' وہ چونکیں اور اسے دلدوز نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بولیں۔ ''آپ کی چھوٹی بہن کی؟''

''جی......''

''آپ کو کچھ نہیں ہو رہا؟'' انہوں نے اس کے دنوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں دبوچ لیے اور اِدھر اُدھر دیکھ کر آہستگی سے بولیں۔

''میں سمجھی نہیں۔'' وہ ان کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے بھی انجان بن گئی۔

''میرا مطلب ہے آپ کو دکھ نہیں ہو رہا کہ آپ سے پہلے چھوٹی بہن کی؟'' وہ خاموش رہی، کیسے کہتی کہ دکھ تو ہو رہا تھا۔

''میرے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔'' انہوں نے کہا۔ ''مجھے اتنا صدمہ پہنچا تھا کہ چھ مہینے تک میں بیمار رہی۔ سائیکو ہو گئی تھی، نہ کہیں آنے کو جی چاہتا نہ جانے کو، بہن اور بہنوئی گھر آتے تو میں کمرے میں بیڈ پر پڑ جاتی۔ مجھے اپنے بہنوئی ہی نہیں، بہن کی صورت بھی زہر لگتی۔ ایک روز تو میں نے اپنی امی سے کہہ بھی دیا، ان سے کہیں یہاں نہ آیا کریں۔ امی کہنے لگیں تو پاگل تو نہیں ہو گئی میں بہن، بہنوئی کی موجودگی کا لحاظ کیے بغیر زور، زور سے رونے اور چلّانے لگی۔ میں نے کہا ہاں میں پاگل ہو گئی ہوں، میں سچ مچ پاگل ہو گئی ہوں، آپ لوگ ہیں، مجھے پاگل کرنے والے، پتا نہیں کیا، کیا بکتی رہی میں۔''

انیقہ ہکا بکا سن رہی تھی۔ یہ تو جیسے اس کی بیتی بیان کر رہی تھیں وہ، اسے بھی تو عافیہ زہر لگنے لگی تھی۔ جب سے اس کی بات چیت ٹھہری تھی، وہ اس سے رخ دے کر بات کرنا ہی ترک کر چکی تھی۔ وہ بات کرتی تو نہایت سرد مہری سے جواب دیتی۔

دفعتاً وہ صبحِ نو کے مانند کھل گئیں۔ ''اب آگے کی سنیے، میرا رشتہ میرے اسی بہنوئی کے ذریعے ہوا۔ جلال، میرے ہسبینڈ میرے بہنوئی کے سیکنڈ کزن ہیں۔ جلال بہت اچھے شوہر ہیں، میں ان سے کہتی ہوں میری شادی میں دیر اسی لیے ہوئی کہ مجھے آپ جیسا شوہر ملنا تھا۔ اور جلال کہتے ہیں کہ دعا دو تم ناصر کو اگر اس کی شادی تمہاری بہن سے نہ ہوتی تو تم سے میری شادی کیسے ہوتی۔''

''آپ بھی شاید شوز لینے آئی ہیں۔'' انیقہ نے موضوع بدلنے کو کہا۔

''اپنے لیے نہیں جلال کے لیے بیڈ روم سلیپرز لینے...... ان کی ساری شاپنگ میں ہی کرتی ہوں۔ سلیپرز ان کے لینے ہیں اور وہ بڑے آرام سے باہر گاڑی میں بیٹھے ہیں۔ میں سلیپر پسند کروں گی پھر باہر لے جا کر سائز چیک کراؤں گی ویسے تو خیر سائز مجھے معلوم ہے لیکن پھر بھی احتیاطاً پہنا کر دیکھ لوں گی...... آپ ملیں گی ان سے؟''

سیلز مین جو انیقہ کو جوتے دکھا رہا تھا ان دونوں سے قدرے فاصلہ پر کھڑا اُن کی لمبی گفتگو سے خاصا بیزار دکھائی دے رہا تھا۔

''آپ میرا اسلام دیجیے گا انہیں۔ اس وقت تو میں ذرا جوتے میں اٹکی ہوئی ہوں۔''

''یہی لے لیں، اچھا لگ رہا ہے۔'' انہوں نے انیقہ کا ہاتھ دبایا اور سرگوشی میں بولیں۔ ''میں نے جلال سے آپ کے رشتے کے لیے کہہ رکھا ہے، اور آپ کو یہ سارا قصہ اس لیے سنایا ہے کہ میری طرح آپ اپنی بہن کی شادی سے پریشان نہ ہوئیے گا۔ ویسے ہے تو یہ قدرتی بات مگر پریشان ہونے سے کیا ہوتا ہے۔ ہوتا وہی ہے جو اللہ چاہتا ہے اور مس اللہ اپنے کسی بندے کا برا نہیں چاہتا۔ اچھا ہی چاہتا ہے۔ انشاء اللہ آپ کے لیے بھی اس نے کوئی خاص تحفہ رکھا ہوا ہوگا اپنی قدرت میں آپ کو دینے کے لیے۔''

سیلز مین کی طرح اب انیقہ خود بھی بیزار ہونے لگی تھی ان کی باتوں سے۔

''اچھا مس میں ذرا سلیپر دیکھ لوں اُن کے لیے۔''

''جی ٹھیک ہے۔''

''او کے۔'' مردانہ ریکس کی طرف جاتے، جاتے وہ پھر پلٹیں اور اس سے رازدارانہ لہجے میں بولیں۔ ''میری والی غلطی مت کیجیے گا مس۔''

''کون سی غلطی؟'' انیقہ چونکی۔

''میں تو بہن کی شادی کی ساری رسموں میں منہ بنا کر بیٹھی رہی تھی۔ اور اس بات کو سبھی نے نوٹ کیا اور خوب باتیں بھی بنائیں۔ جب تک میری شادی نہیں ہوئی، میں نے لوگوں کی باتوں کو بے رحمی سمجھا لیکن جب میری شادی ہو گئی تو مجھے لوگوں کی باتیں یاد کر، کر کے بہت عرصہ شرمندگی ہوتی رہی بلکہ اب بھی اکثر ہوتی ہے، دیکھیں ناں کس کی شادی کب ہوگی؟ کس سے ہوگی؟ کہاں ہوگی؟ یہ اللہ کے فیصلے ہوتے ہیں، ہم

کون ہوتے ہیں بھلا اللہ کے فیصلوں پر منہ بنانے یا رونے پیٹنے والے...... آپ اپنی بہن کی شادی کی ساری رسموں میں خوش، خوش رہیے گا...... جی نہ چاہے تب بھی...... لوگوں کو دوسروں کی فیلنگز کی پروا... تھوڑی ہوتی ہے، وہ تو بس باتیں بنانا جانتے ہیں، مجھے پتا ہے میرے بارے میں اس وقت یہی کہا ہوگا لوگوں نے...... منہ بنا رکھا ہے، جل رہی ہے کہ میری کیوں نہیں ہوئی چھوٹی بہن کی مجھ سے پہلے کیوں ہو رہی ہے۔ غلطی میری اپنی تھی مس...... کتنی ہی لڑکیاں ہیں جن کی چھوٹی بہنوں کی شادی ان سے پہلے ہو جاتی ہے تو کیا سب میری طرح اللہ نہ کرے بہن کی شادی کا سوگ منانے بیٹھ جائیں۔ چھوٹی بہن تو ماں جائی ہوتی ہیں اولاد کی طرح پیاری ہونی چاہئیں۔''

''میڈم آپ نے جو سینڈلز نکلوائے تھے واپس بھجوا دوں؟'' سیلز مین سے مزید برداشت نہ ہوا۔ اس نے دور ہی دور سے انیقہ سے کہا۔

''ایک منٹ...... آ رہی ہوں۔'' وہ کچھ شرمندہ سی ہو کر بولی۔ ''او کے مسز جلال۔'' اس نے عجلت میں کہا۔

''او کے مس...... نہال آپ کو اور اسکول کو بہت مس کر رہا ہے چھٹیوں میں۔''

''اسے میرا پیار دیجیے گا۔'' سیلز مین اسے پلٹتا دیکھ کر مستعد ہو گیا۔ سیلز مین سے کہا۔

''میرا خیال ہے یہی دے دیجیے۔'' اس نے سیلز مین سے کہا۔ سینڈلز اسے پسند نہ ہوتے تب بھی سیلز مین کی بیزاری دیکھتے ہوئے وہ نہ چاہتے ہوئے بھی جوتا خرید ہی لیتی توبہ......! کتنی طویل گفتگو کر گئی تھیں نہال کی والدہ......

بہر حال ان سے اس اتفاقی ملاقات کا ایک فائدہ ضرور ہوا۔ اس نے دل پر جبر کر کے ہی سہی عافیہ کی شادی کے حوالے سے اپنا موڈ بدل لیا۔ اماں سب سے زیادہ مطمئن دکھائی دیں۔ عافیہ کے مایوں والے دن اماں نے اسے اپنے سینے سے لگا کر ڈھیروں ڈھیر دعائیں دیں اور پیار کیا۔ عافیہ بھی جو اس کے بگڑے

تیوروں کی وجہ سے خواہ مخواہ مجرم سی بنی ہوئی تھی خوش دکھائی دینے لگی۔ باقی بہنوں نے بھی چین کی سانس لی۔ ایک اس کا منہ بنا ہونے سے کتنے دن گھر کی فضا مکدر رہی تھی۔ اس کا موڈ بدلا تو گھر کی فضا ہی بدل گئی۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے ڈھولک پر گاتی بجاتی لڑکیوں کی آوازوں میں اپنی آواز ملائی۔ مہندی کی رات اپنے جذباتی ہیجان کو اس نے اونچی تان میں بدل دیا۔ گھر والے اس کی بدلی ماہیت پر حیران تھے اور خاندان والے رطب اللسان کہ اس نے تو بڑی بہن کا حق ادا کر دیا تھا۔ مسز جلال اس روز نہ ملتیں تو منظر کس قدر مختلف ہوسکتا تھا شاید وہ انہی کا تجربہ دُہرا رہی ہوتی۔ خود پلنگ پر پڑی ہوتی اور لوگ باتیں بنا رہے ہوتے، قسمت پر شاکر نہ ہو کر نکو بن جانے سے اللہ کی رضا میں راضی ہو جانے میں کیسی عافیت، طمانیت اور سرخروئی ملی تھی۔

☆☆☆

عافیہ کی شادی کو پانچ چھ مہینے ہی گزرے تھے کہ عائشہ کے لیے دور پار کے رشتے داروں میں سے ایسا اچھا رشتہ آ گیا جس کا سان گمان بھی نہ تھا۔ عمر کے اعتبار سے تو اسے لڑکا کہنا زیادتی تھی وہ پختہ عمر کا مرد تھا پینتالیس سے تو کسی صورت کم نہیں۔ مگر کوالیفائڈ انجینئر تھا اور سعودی عرب میں ملازمت کر رہا تھا۔ سات بہنوں کا اکلوتا بھائی، بہنوں کو نمٹاتے، نمٹاتے خود اوور ایج ہو گیا تھا مگر مالی طور پر مستحکم تھا۔ شادی کے بعد بیوی کو اپنے ساتھ ہی سعودی عرب میں رکھنے کا ارادہ تھا۔ ابا نے کہا۔ ”بسم اللہ کرو۔“ چٹ منگنی پٹ بیاہ کے مصداق عائشہ بات چیت شروع ہونے کے بعد بیس دن کے اندر، اندر اپنے گھر کی ہو گئی۔ انیقہ کا دل کہتا عائشہ جس صدق دلی اور نیک نیتی سے بہنوں کے معاملے میں اماں، ابا کا دست و بازو بن جاتی تھی یہ اللہ نے اس کا انعام دیا تھا اسے۔

”انیقہ کے لیے کوئی رشتہ دیکھنا وہاں۔“ عائشہ سعودی عرب جانے لگی تو اماں نے اس سے کہا۔

”یہ بھی کوئی کہنے کی بات ہے اماں...... میں نے تو ان سے پہلے ہی کہہ رکھا ہے آپا کے لیے وہاں کوئی رشتہ دیکھیں گے اور انہیں بھی، وہیں بلا لیں گے۔“

”اللہ تمہاری زبان مبارک کرے۔“

نہال کی امی نے اپنے شوہر سے کہہ سن کر اس کے لیے دو رشتے بھجوائے ایک کے گھر والوں کو وہ دیکھنے میں اپنے بیٹے سے بڑی لگی، دوسرا رشتہ ابا کو پسند نہیں آیا۔ بات وہیں کی وہیں رہی۔

”آپ فکر نہیں کریں مس، میں نے اپنے ہسبینڈ سے کہا ہے اور کوئی دیکھیں۔ آپ کی شادی کروا کے ہی دم لوں گی میں۔“ نہال کی امی نے کہا۔

”شکریہ مسز جلال، کون کسی کے لیے اتنا سوچتا ہے۔“ اس نے کہا۔

”بھائی میرے شادی شدہ نہ ہوتے تو میں آپ کو اپنے کسی بھائی سے ہی لے جاتی چاہے وہ آپ سے چھوٹا ہی کیوں نہ ہوتا۔“

”خدا آپ کو آپ کی اس سوچ کی بھی جزا دے۔“

”آپ اتنی اچھی ہیں کہ میرا تو دل چاہتا ہے......“ انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

”کیا جی چاہتا ہے؟“

”جانے دیں...... کچھ نہیں۔“ وہ ٹال گئیں، خدا جانے کیا کہنا چاہتی تھیں وہ۔ انیقہ نے اصرار نہیں کیا۔

عافیہ ایک بیٹے کی ماں بھی بن گئی۔ اسے اور اس کے بچے کو ایک ساتھ دیکھ کر انیقہ کو اپنا خواب یاد آتا۔ بعض خواب کتنے بے معنی ہوتے ہیں معنی کا کوئی سرا ہاتھ ہی نہیں آتا۔

☆☆☆

مارچ کی اکتیس تاریخ تھی۔ بیشتر اسکولوں میں سالانہ امتحان کے نتائج کا دن...... انیقہ اس سال بھی نہال کی کلاس ٹیچر رہی تھی۔ نرسری سے پانچویں جماعت تک ایک ہی ٹیچر ایک کلاس کو اپنے ساتھ لے کر چلتی رہتی۔ انتظامیہ کا خیال تھا۔ مسلسل کئی سال تک ایک ہی ٹیچر کو کسی کلاس کا نگران ٹیچر رکھنے سے ٹیچر اور

بچوں میں غیر معمولی ہم آہنگی نمو پا جاتی تھی۔ نہال کی اس سال اپنی جماعت میں دوسری امتیازی پوزیشن تھی۔

ہر سال کی طرح اس سال بھی اپنے بچوں کے سالانہ امتحان کا نتیجہ سننے کے لیے والدین کی بڑی تعداد اسکول آئی ہوئی تھی۔ نہال کی والدہ اسکول پہنچتے ہی انیقہ سے ملیں۔

”آج آپ بہت خوب صورت لگ رہی ہیں۔“ انیقہ نے ان کی سج دھج دیکھ کر کہا۔

”تو کیا ہمیشہ نہیں لگتی ہوں۔“ انہوں نے کہا اور بے ساختہ ہنسیں پھر بولیں۔

”بچوں کا رزلٹ سننے آئے ہیں بھئی۔“

”اکیلی......؟“

”نہیں، نہیں ہسبینڈ بھی آئے ہیں، گاڑی پارک کرنے کے لیے جگہ ڈھونڈ رہے تھے، میں تو گاڑی سے اتر گئی۔ میں نے کہا آج رزلٹ ڈے ہے، اسمبلی کے بعد ٹیچرز بزی ہو جائیں گی۔ میں نے ہسبینڈ سے کہا میں اپنی دوست سے مل لوں۔ آپ گاڑی پارک کر کے آئیں، یقین کریں مس میں آپ کو اپنے بچے کی ٹیچر کم اپنی دوست زیادہ سمجھتی ہوں۔“

”مجھے احساس ہے۔“

”نہال صاحب نے کیسا کیا؟“

”بس تھوڑی دیر اور انتظار کر لیں، نتیجہ آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔“

”او کے...... لیجیے جلال صاحب بھی آ گئے۔“

”السلام علیکم میڈم!“ جلال صاحب نے نزدیک آنے پر سلام کیا۔

”وعلیکم السلام......“

”ہماری بیگم اسکول آئیں اور آپ سے نہ ملیں یہ ممکن ہی نہیں۔“

”محبت ہے ان کی۔“

”آپ بہت اچھی ہیں مس...... بہت دعا کرتی ہوں میں آپ کی شادی کے لیے۔“ جلال صاحب کی موجودگی میں ان کی اس بات سے انیقہ کو خفت نے آ لیا۔ کیا تماشا تھا۔ بچوں کا رزلٹ سننے آئے تھے دونوں میاں، بیوی اور اس موقع پر بھی بیگم صاحبہ عوام الناس کی طرح وہی ایک قصہ چھیڑ رہی تھیں جس سے اب اسے کوفت ہونے لگی تھی، چڑ آنے لگی تھی۔ اور بھی غم تھے دنیا میں اس کی شادی کے سوا۔

☆☆☆

عجیب دن تھا، نہال کے والدین بچوں کے نتائج سننے کے بعد کسی رشتے دار کی عیادت کے لیے جاتے ہوئے بچوں کو ڈرائیور کے ساتھ گھر جانے کی ہدایت کر گئے۔ ڈرائیور ابھی بچوں کو لینے کے لیے اسکول پہنچا بھی نہیں تھا کہ ایک روح فرسا خبر آ گئی۔ اسکول سے کچھ ہی دور ٹریفک کا ایک خونی حادثہ ہوا تھا۔ ایک تیز رفتار بس مخالف سمت سے آنے والی ایک کار پر چڑھ گئی تھی یہ وہی کار تھی جس میں نہال کے والدین سوار تھے۔ خاتون موقع پر ہی ہلاک ہو گئی تھی۔ مرد شدید زخمی حالت میں اسپتال میں تھا۔

بچوں کی والدہ کی ہلاکت کا پرسہ دینے اسکول کا سارا اسٹاف ان کے گھر گیا۔ انیقہ بھی ہمراہ تھی۔ گو مرنے والی کے حوالے سے اس کے لیے دو رشتے آئے تھے مگر نہ وہ خود کبھی انیقہ کے گھر آئی تھیں اور نہ انیقہ ان کے ہاں آئی تھی۔ گھر کیا تھا جدید فنِ تعمیر کا ایک دلکش نمونہ تھا۔ گھر کی بیرونی اور اندرونی ہر دو سجاوٹیں دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔ لگتا تھا کہ اہلِ خانہ نہایت پُرتعیش زندگی گزار رہے تھے۔ ماں کی ناگہانی موت نے چھوٹے بچوں کو سہما رکھا تھا۔ بڑے صدمے سے بے حال تھے۔ قریبی رشتے دار انہیں دلاسا دینے کی کوشش کر رہے تھے۔ کئی دن اسکول میں یہ سانحہ موضوعِ گفتگو بنا رہا۔ انیقہ کے گھر میں بھی سب کو نہایت رنج ہوا تھا۔ انیقہ کو مرحومہ سے اپنی آخری ملاقات بار، بار یاد آتی۔

نیا تعلیمی سال شروع ہو گیا۔ نہال اور اس کے بہن بھائی اسکول نہ آئے تاہم ان کی چھٹی کی مشترکہ درخواست اور نئی جماعتوں میں ان کی فیس بھجوا دی گئی۔ لمبی غیر حاضری کے بعد بچے دوبارہ اسکول آئے تو ان

کے چہروں پر اداسی تھی۔ باپ کے بارے میں انہوں نے بتایا اسپتال سے گھر تو منتقل ہو گئے تھے مگر سہارے سے چلتے پھرتے تھے۔

''امی یاد آتی ہیں؟'' انیقہ کو نہال سے یہ سوال... کرنے کے بعد احساس ہوا کہ اسے یہ سوال نہیں پوچھنا چاہیے تھا۔ جواب میں اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے۔ بسا اوقات معصوم بچوں کو بھی کیسا، کیسا درد سہنا پڑتا ہے۔ انیقہ نے اپنی کلاس کے تمام بچوں سے نہال کی والدہ کے لیے دعا کروائی۔ نہال کو پیار کیا، گلے لگایا اور بہادری سے یہ صدمہ برداشت کرنے کی تلقین کی۔ ساتھ ہی اپنے والد کا خیال رکھنے کی بھی تاکید کی۔ چھوٹا سا بچہ ٹیچر کی غیر معمولی ہمدردی، پیار اور توجہ سے خود کو بہت اہم، بہت معتبر محسوس کرنے لگا۔

نہال پڑھائی میں اچھا اور نہایت تمیز دار ہونے کے علاوہ اپنی والدہ سے انیقہ کے دوستانہ تعلقات کے باعث پہلے ہی انیقہ کے پسندیدہ شاگردوں میں رہا تھا۔ اس سانحے کے بعد انیقہ اس سے زیادہ محبت اور شفقت سے پیش آنے لگی۔ اس کا اعتماد بحال رکھنے کو وہ اسے پہلے سے زیادہ توجہ دیتی، ہر معاملے میں اسے پیش، پیش رہنے کا موقع دیتی۔ نہال اس کے اس غیر معمولی التفات اور ہمدردانہ رویے کے باعث اسکول میں اس کے آگے پیچھے ہی گھومتا رہتا۔ وہ کلاس میں ہوتی تو کبھی کاپی چیک کرانے کے بہانے، کبھی کسی لفظ کا مطلب پوچھنے، کبھی کسی اور بہانے اس کے پاس آ کھڑا ہوتا۔ اس کے فری پیریڈ میں بھی کسی نہ کسی بہانے اس تک آ پہنچتا۔

''مس آپ یہ بال پین بھول گئی تھیں ٹیبل پر۔''

''مس آپ کی بک......''

''مس آپ کو کاپیاں لا دوں جمع کر کے۔'' کاپیاں جمع ہوتیں تو وہ جمع شدہ کاپیوں کو اس کے ساتھ لائبریری یا اسٹاف روم تک پہنچانے کو سب سے آگے ہوتا بلکہ کبھی، کبھی اس معاملے میں مانیٹر سے الجھ بھی پڑتا۔

''مس کی کاپیز میں لے کر جاؤں گا۔''

مانیٹر ہاتھ چھوڑ کر بے بسی سے انیقہ کو دیکھنے لگتا۔

''ٹھیک ہے، نہال ہی کو لے جانے دو۔'' وہ مانیٹر سے کہتی۔

مانیٹر کا منہ بن جاتا۔

پھر ایک روز انیقہ نے مانیٹر کو اپنے پاس بلا کر علیحدگی میں سمجھایا۔ ''نہال بہت بڑے صدمے سے گزرا ہے عرفان...... اگر وہ کاپیز اٹھا کر لے جانا چاہتا ہے تو آپ مائنڈ نہ کیا کرو، کلاس مانیٹر تو آپ ہی ہو ناں۔''

''یس مس......'' عرفان بہت مؤدب بچہ تھا ہمیشہ تمیز کا مظاہرہ کرتا۔ اس نے دبی زبان سے کہا۔ ''مس جب نہال مجھ سے کاپیز چھینتے ہیں تو مجھے بہت برا لگتا ہے۔''

''آپ اسی کو اٹھانے دیا کرو...... اس کی مدر نہیں ہیں ناں بیٹا...... ہم سب کو فیملی کی طرح اس کا خیال رکھنا ہے۔'' اس نے نوعمر مانیٹر کو اسی کی ذہنی سطح کے مطابق سمجھانے کی کوشش کی۔

''رکھنا ہے ناں اس کا خیال......؟''

''یس مس......!''

''او کے...... گڈ بوائے۔ آپ تو بہت اچھے، بہت سمجھدار بچے ہو، نہال کو بھائی کی طرح ٹریٹ کیا کرو۔''

''او کے مس......''

انیقہ نے فرحان کا گال تھپتھپایا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔ تدریس میں آنے کے بعد اسے بچوں کی نفسیات کو خوب برتنا آ گیا تھا۔ نہال کے بارے میں بھی وہ جانتی تھی کہ ماں کی اچانک موت نے اس کی زندگی میں ایسا خلا پیدا کر دیا تھا جسے پُر کرنے کے لیے وہ ہمہ وقت توجہ اور محبت کی تلاش میں رہتا تھا۔

☆☆☆

مکمل صحت یابی کے بعد نہال کے والد اسکول آئے تو انہوں نے نہال کا خیال رکھنے پر انیقہ کا شکریہ ادا کیا۔

''سب سے چھوٹا ہونے کی وجہ سے نہال ماں کا بہت لاڈلا تھا۔ اس نے بہت محسوس کیا اس کی جدائی کو لیکن اسکول آنے سے اس کا دھیان کافی بٹ گیا۔ آپ نے اس کا جس طرح خیال رکھا، میں آپ کا بہت شکر

گزار ہوں۔'' انہوں نے انیقہ سے کہا۔ ''گھر جا کر یہ بیشتر وقت آپ ہی کا ذکر کرتا رہتا ہے...... ممنون ہوں۔''

''کوئی بات نہیں، نہال کی ٹیچر ہونے کے ناتے یہ تو میرا فرض تھا کہ اس کے ننھے سے دل پر اس صدمے کی شدت کو کم کرنے کی کوشش کرتی۔''

''بہت شکریہ مس......''

''آپ کی مسز سے اپنی آخری ملاقات کو میں کبھی نہیں بھلا سکتی۔ بچوں کا رزلٹ سن کر وہ اتنی خوش تھیں۔''

''میری تو وہ بیوی ہی نہیں دوست بھی تھی۔ عمر میں وہ مجھ سے کچھ بڑی ہی تھی مگر ہمیشہ چھوٹی بن کر رہی۔ روایتی بیویوں کی طرح اس نے کبھی مجھے ڈومی نیٹ کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آئیڈیل بیوی تھی، آئیڈیل ماں۔''

''اللہ تعالیٰ آپ کو صبر عطا فرمائے۔''

''جزاک اللہ......''

وقفے، وقفے سے وہ کئی مرتبہ اسکول آئے کبھی فیس ادا کرنے کبھی بچوں کی پروگریس معلوم کرنے۔ نہال کی کلاس ٹیچر ہونے کے ناتے انیقہ سے بھی ملتے۔ ایک روز انہوں نے قدرے محتاط لہجے میں کہا۔

''مس آپ سے کچھ پرسنل بات کرنا چاہتا ہوں میں۔''

''جی فرمائیں۔''

''آپ مجھے تھوڑا سا وقت دے سکتی ہیں؟''

''اگلا پیریڈ فری ہے اگر آپ انتظار کر سکیں تو۔''

''جی بہتر...... میں انتظار کروں گا۔''

رواں پیریڈ ختم ہونے پر وہ کلاس سے باہر نکلی تو نہال بھی حسب عادت اس کے پیچھے، پیچھے کمرے سے باہر نکل آیا۔ انیقہ کو اسے پیار سے واپس بھیجنا پڑا۔

''نہال کلاس میں جاؤ مس عبیدہ کا پیریڈ ہے۔''

''جی مس...... میرے ڈیڈی نے آپ کو میری فیس دے دی ناں؟''

''ہاں دی تو تھی آپ کے سامنے۔''

''او کے مس......'' وہ پلٹ گیا۔

راہداری سے گزرتے ہوئے نہال کے والد اسے کھڑے نظر آ گئے۔ وہ ان کے نزدیک پہنچ کر ٹھٹک گئی۔

''جی سر آپ مجھ سے کچھ بات کرنا چاہ رہے تھے۔''

''جی کرنا تو چاہ رہا ہوں مگر فیصلہ نہیں کر پا رہا کہ مجھے یہ بات آپ سے کرنی چاہیے یا نہیں...... اور کرنی بھی چاہیے تو یہاں آپ کی ورک پلیس پر کروں یا نہ کروں۔''

''کرنی تو یہیں ہوگی...... کیا نہال کی کوئی پرابلم ہے؟''

''ایک طرح سے اس کی بھی۔'' انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر بولے۔ ''کوئی ایسی جگہ ہے آپ کے اسکول میں جہاں ہم اطمینان سے بیٹھ کر بات کر سکیں۔''

باتیں یاد رکھنے کی

☆ دوستی اور محبت بڑی پیاری چیز ہے جہاں بھی مل جائیں ایک خوش نما پھول سمجھ کر اٹھا لینا چاہیے مگر اس خیال کے ساتھ کہ اگر یہ کھو بھی جائے تو اس کی خوشبو پاس رہے۔

☆ آنسو بہا کر نہیں آنسو چھپا کر جیو۔

☆ اپنوں کو ہمیشہ اپنے ہونے کا احساس دلاؤ ورنہ وقت آپ کے اپنوں کو آپ کے بنا جینا سکھا دے گا۔

☆ دوست اور پیار میں بہت بڑا فرق ہے پیار کہتا ہے اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں جی نہ پاؤں گا۔ جبکہ دوست کہتا ہے پاگل میرے ہوتے ہوئے تجھے کچھ نہیں ہو سکتا۔

☆ دولت مٹی کی طرح ہوتی ہے اور مٹی پاؤں کے نیچے ہی ہونی چاہیے۔ سر پر چڑھاؤ گے تو قبر بن جائے گی اور زندہ لوگوں کی قبریں نہیں ہوتیں۔

از: پروین افضل شاہین، بہاول نگر

”لائبریری......“

”میرا خیال ہے مناسب ہے۔“ انیقہ انہیں لائبریری میں لے گئی۔ وہ کچھ کنفیوزڈ، کچھ نروس سے دکھائی دیے تھے۔

”جی سر......!“

وہ دھیرے سے کھنکھارے پھر انہوں نے دھیمی آواز میں کہا۔ ”آپ مائنڈ نہ کیجیے گا...... مسز کی ناگہانی موت نے میرے گھر کا نظام ہی نہیں میرا ذہن بھی درہم برہم کر کے رکھ دیا ہے۔ پانچ بچے ہیں، بڑی بیٹی یونیورسٹی کی طالبہ...... محسوس کررہا ہوں کہ گھر میں کسی خاتون کے آئے بغیر نظام چل نہیں سکے گا۔ دوسری شادی کرنے کا ارادہ کررہا ہوں۔ میں نے سوچا کیوں نہ پہلے میں اس خاتون کی مرضی معلوم کرلوں جس کی شادی کے لیے میری مرحومہ بیوی مجھے بار، بار کہتی تھی کوئی رشتہ دیکھیں بلکہ دو رشتے اسی کے اصرار پر آپ کے گھر بھجوائے بھی گئے۔ میرے اور آپ کے درمیان عمر کا کچھ فرق ضرور ہے لیکن میں آپ کو ہر طرح کی ضمانت دینے کو تیار ہوں۔“

انیقہ دم بخود تھی۔ نہال کے والد کی آواز اسے کسی دوسرے ہی سیارے سے آتی لگ رہی تھی۔ اچھے رشتے کے انتظار میں وہ اڑتیس برس کی ہوچکی تھی۔ سر کے بالوں میں نظر آتے سفید بالوں کو چھپانے کے لیے ہر ہفتے بالوں میں مہندی لگانے کا معمول بھی کئی سالہ ہوچکا تھا۔ تیسرے نمبر کی بہن عافیہ دو بچوں کی ماں بن چکی تھی۔ عائشہ کی بھی ایک بیٹی تھی۔ چوتھے نمبر کی بہن کا نکاح ہوچکا تھا۔ رخصتی کی تیاریاں جاری تھیں۔ اس کے سامنے بیٹھا سوٹڈ بوٹڈ شخص بہ مشکل پچاس برس کا رہا ہوگا۔ اس کی حیثیت کا انیقہ کو بخوبی اندازہ تھا۔ ایسے صاحب حیثیت شخص کا رشتہ تو اس کے گھر والے چراغ لے کر بھی ڈھونڈتے تو نہ ملتا۔ اور ایسے آدمی کو خود رشتوں کی کمی تھی بھلا...... اخبار میں ضرورت رشتہ کا ایک ہی اشتہار اس کے لیے رشتوں کی لائن لگا دیتا۔ بیٹیوں والوں کو پتا چلتا تو وہ ہاتھ باندھ کر رشتہ دینے کو تیار ہوجاتے۔

”میں نے بہتر یہی سمجھا کہ پہلے آپ سے بات کرلی جائے۔ آپ آمادہ ہوتی ہیں تو پھر آپ کے والدین سے بات کروں۔“

وہ چپ رہی۔

”مس پلیز جواب دیجیے۔ ہاں یا نہیں...... اگر آپ کا جواب نہیں میں ہے تو ہم یہاں سے ایسے اٹھیں گے جیسے میں نے کچھ کہا ہی نہیں اور نہ آپ نے کچھ سنا۔ نہال کی ٹیچر کی حیثیت سے آپ کا احترام اور ادب جوں کا توں رہے گا۔“

”میرے گھر والوں سے بات کریں۔“ اس نے صرف اتنا ہی کہا۔

”بچے پانچوں بہت کوآپریٹو ہیں اور نہال تو ہے ہی آپ کا...... انشاء اللہ بچوں کی طرف سے آپ کو کوئی پرابلم نہیں ہوگی باقی معاملات بھی الحمدللہ ٹھیک ہیں۔“

☆☆☆

گھر والوں اور خود انیقہ کے سان گمان میں بھی نہیں تھا کہ یوں ہوگا۔ وہ عورت جو بیگانی ہوتے ہوئے بھی اس کا رشتہ کرانے کے لیے نہایت خلوص سے متفکر رہا کرتی تھی اچانک چل بسے گی اور اللہ رب العزت کی رضا یہ ہوگی کہ انیقہ اس کی جگہ لے۔

”ارے میری انیقہ کو اس کے صبر کا پھل دے رہے ہیں اللہ میاں...... چھوٹی بہنوں کی شادی پر اس نے اُف تک نہیں کی...... کیا ہوا اگر اس گھر میں پانچ بچے ہیں، انیقہ بھی وقت پر اپنے گھر کی ہوگئی ہوتی تو آج اس کے بھی اتنے ہی بڑے، بڑے بچے ہوتے۔“

اماں کے تو پاؤں ہی زمین پر نہ پڑتے۔

اماں کو کیسے بتاتی انیقہ کہ چھوٹی بہنوں کی شادی پر اس کا اُف نہ کرنا بھی جانے والی کی دی ہوئی سمجھ تھی ورنہ وہ تو کسی اور ہی موڈ میں تھی۔

جلال صاحب کو جلدی تھی کیونکہ بقول ان کے گھر اور بچوں کی فکر کی وجہ سے ان کے کاروباری معاملات بھی متاثر ہورہے تھے۔ تیسری بہن کی رخصتی

سے پہلے ہی انیقہ کی رخصتی عمل میں آگئی۔ سادگی سے مسجد میں نکاح ہوا اور گھر میں طعام، نکاح سے قبل جلال صاحب نے صرف ایک شرط رکھی کہ انیقہ کو نوکری چھوڑنا ہوگی کیونکہ گھر ہمہ وقت توجہ چاہتا ہے۔

”اس سے زیادہ بھلا آدمی اور کہاں ملے گا جو بیوی کی نوکری کرنے کا خواہشمند نہ ہو۔“ اماں نے کہا۔ انیقہ خود بھی گھر بیٹھنا چاہتی تھی لہٰذا جلال صاحب کی شرط بے چون وچرا مان لی گئی۔

پہلی رات جلال صاحب نے اس سے کہا۔ ”میں دوسری شادی کیے بغیر بھی باقی زندگی گزار سکتا تھا مگر اپنے بچوں کے لیے مجھے بہرحال ایک ماں کی ضرورت تھی۔ آج سے یہ گھر اور بچے آپ کے ہیں، آپ نے بچوں کو اپنا بنالیا تو میرا سب کچھ آپ کا ہوگا۔ مزید بچوں کی مجھے خواہش نہیں لیکن اگر اللہ نے دے دیا تو اس کی مرضی۔“

☆☆☆

جانے والی کے گھر میں انیقہ کو وہ بھی ملا جس کا وہ ایک متوسط گھرانے کی فرد ہونے کے ناتے خواب بھی نہ دیکھ سکتی تھی۔ ماں کو کھوئے ہوئے بچوں کو اس نے توجہ اور محبت دی تو تین چھوٹے اسی کے ہوگئے۔ دو بڑے البتہ کچھ فاصلہ رکھتے مگر انیقہ ان کے بھی قریب ہونے کی کوشش کرتی۔

نہال شروع، شروع تو اسے ”مس“ ہی کہتا رہا پھر باپ کے سمجھانے پر ماما کہنے لگا۔

جلال اس کا بہت خیال رکھتے اسے ہی نہیں اس کے تمام گھر والوں کو عزت دیتے۔ دکھ سکھ بٹانے کی کوشش کرتے۔ چھوٹی بہن کی رخصتی پر انہوں نے دامے، درمے، سخنے اس قدر اپنائیت سے ابا کا ہاتھ بٹایا کہ ابا یہ کہنے پر مجبور ہوگئے داماد ہو تو ایسا۔

اماں اٹھتے، بیٹھتے شکر ادا کرتیں۔ انیقہ ملنے کے لیے آتی تو اس سے کہتیں۔ ”انیقہ تیری کوئی نیکی پسند آگئی اللہ تعالیٰ کو جو اس نے تجھے اچھا گھر اور اتنا خیال رکھنے والا شوہر دے دیا۔“

جلال ہر روز نہ سہی دوسرے تیسرے دن اسے میکے ضرور لے جاتے اور اپنے شاندار گھر سے اٹھ کر اس کے میکے کے چھوٹے سے گھر میں نہایت اپنائیت اور بے تکلفی سے بیٹھتے، کبھی بھولے سے بھی اپنی امارت کا زعم نہ دکھاتے۔

انیقہ کو بہت یاد کرنے پر بھی اپنی کوئی ایسی نیکی یاد نہ آتی جس کے انعام میں بقول اماں، اللہ نے اسے اتنا اچھا شوہر عطا کردیا تھا۔ شادی کے دوسرے برس اللہ نے اسے اس نعمت سے بھی نواز دیا جو ہر شادی شدہ عورت کی چاہ ہوا کرتی ہے۔ وہ ایک بیٹے کی ماں بن گئی۔ بچے کی پیدائش کے بعد جب جلال اس کے پاس آئے تو اس نے کہا۔

”آئی ایم سوری۔“

”فار وہاٹ......؟“ وہ حیران ہوکر اسے دیکھنے لگے۔

”آپ کو تو مزید بچوں کی خواہش نہیں تھی مگر یہ پھر بھی آگیا۔“ اس نے اپنی آغوش میں لیٹے بچے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

”اللہ کی مرضی......“ جلال بولے۔

نہال اور اس سے بڑی حمنہ کو تو گویا کھیلنے کو جیتا جاگتا کھلونا مل گیا۔ دونوں ہر وقت اس کے آس پاس ہی موجود رہتے۔

”ماما اس کی انگلیاں دیکھیں کتنی منی، منی ہیں۔“

”ماما یہ سوتے میں ہنستا کیوں ہے؟“

”ماما اس کی آنکھیں پوری کیوں نہیں کھلتیں؟“

بڑے بچے چھوٹے بہن، بھائی کی ایکسائٹمنٹ پر کسمساتے اور منہ بناتے۔ انیقہ کن انکھیوں سے ان کی ناگواری دیکھتی اسے برا لگتا۔ دکھ ہوتا کہ وہ اپنے باپ کی اولاد سے خوش نہیں تھے۔ ایک روز اسی خیال کے زیر اثر الجھی ہوئی بیٹھی تھی کہ وہ عورت جس کی جگہ وہ اس گھر میں آئی تھی اس کے چشم تصور میں آکھڑی ہوئی اور اس کے لبوں کو حرکت ہوئی۔

”دل برا مت کرو، یہ سوچو کہ تم صرف ننھے ہلال ہی کی نہیں پانچ اور بچوں کی ماں بھی ہو۔ یمنیٰ، بلال اور طلال عمر کے اس دور میں ہیں جو سرکشی کا زمانہ ہوتا

ہے۔ ان کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں، ذہن بکھرے ہوئے ہیں، انہیں فقط محبت سے سمیٹا جا سکتا ہے۔ ایک بار تمہارے بن گئے تو مجھے بھی بھول جائیں گے۔ صرف تم یاد رہ جاؤ گی انہیں۔‘‘

تصور ٹوٹا تو انیقہ نے جھرجھری لی۔ یہ واہمہ تھا۔ اس کی ذہنی اختراع یا انسان کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی عالم ارواح میں اپنے پیاروں کے دکھ سکھ سے آشنا رہنے کا کوئی غیبی سلسلہ...... وہ فیصلہ کرنے سے قاصر تھی لیکن اس کے دل سے یمنیٰ، بلال اور طلال کے خلاف گِلہ جاتا رہا۔ ملال آپ ہی آپ کم ہو گیا۔

’’میں اس گھر میں ان بچوں ہی کی وجہ سے تو ہوں۔‘‘ اس نے خود کلامی کی۔ ’’جلال صاحب نے اپنے بچوں کی خاطر ہی تو مجھ سے شادی کی ہے۔ اگر میں ان بچوں کو اپنا نہ سکی تو شاید...... جلال بھی میرے نہ بن سکیں...... اپنے بچے کے لیے ان کے بچوں کے برابر جگہ بنانے کو مجھے جلال کے بچوں کے لیے اپنے اوپر سے سوتیلی ماں کا لیبل ہٹا کر صرف ماں بننا ہے۔‘‘

عجیب بات تھی جلال کی مرحومہ بیگم نے ایک مرتبہ اپنی زندگی میں اسے عافیہ کی شادی کے موقع پر راہ سجھائی تھی اور دوسری مرتبہ اس دنیا سے جانے کے بعد۔

☆☆☆

دوسری عورت کے بچوں کو اپنا بنانا اور وہ بھی اس عورت کے لیے جو سوتیلی ماں ہو۔ آسان نہیں ہوتا۔ منزل کڑی تھی مگر حالات نے ساتھ دیا۔ بالخصوص جلال کی خوشحالی نے...... پیسہ مسائل کی جڑ بھی ہے مداوا بھی...... جلال نہ بچوں کے حق میں کوئی کوتاہی کرتے نہ انیقہ کے۔ جذباتی مسائل البتہ تھے مگر انیقہ اپنی مہربان راہرو کے طفیل عافیہ کی شادی کی طرح اس بار بھی سرخرو رہی۔ کچھ وقت ضرور لگا۔ دشواریاں بھی پیش آئیں مگر تینوں بڑے بچے بھی دھیرے، دھیرے اس کے بن گئے۔ ہلال سے پانچوں اس طرح محبت کرتے جیسے ان میں آپس میں تھی۔ اسے لاڈلا بنا کر رکھتے۔

یمنیٰ کا یونیورسٹی میں آخری سمسٹر تھا۔ انیقہ سے وہ اب اپنی ہر بات شیئر کرنے لگی تھی۔ یونیورسٹی سے آنے کے بعد اپنی اور اپنی دوستوں کی ایک، ایک بات اسے بتاتی۔

’’آپ تو میری دوست ہیں۔‘‘ وہ اکثر انیقہ سے کہتی۔

’’میری جان یمنیٰ! ماں اور بیٹی آپس میں دوست ہی ہوتی ہیں۔‘‘ انیقہ کہتی۔

’’یو آر سو سوئٹ......‘‘ یمنیٰ اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیتی۔

’’یو ٹو میری جان!‘‘ انیقہ اسے مہربان نظروں سے دیکھتی۔

یونیورسٹی کے آخری دنوں میں یمنیٰ آئے دن اسے اپنی کسی یونیورسٹی فیلو کے افیئر، کسی کی منگنی اور کسی کے نکاح کی خبریں تواتر سے سنانے لگی۔ ایک دن اس نے کہا۔

’’ماما......! آج یونی میں بڑا خراب واقعہ ہوا۔‘‘

’’کیا ہوا؟‘‘

’’ہماری ایک سینئر کا مرڈر ہو گیا۔‘‘

’’کیسے؟‘‘ انیقہ چونکی۔

’’بیچاری ٹرانسکرپٹ لینے کے لیے یونی آئی ہوئی تھی۔ اسے دبئی کے ایک اسکول میں جاب مل گئی تھی۔ وہاں جانے والی تھی۔ سنا ہے اس نے لاسٹ سمسٹر میں اپنے گھر والوں سے چھپ کر کسی سے کورٹ میرج کر رکھی تھی۔ وہی اسے دبئی لے جا رہا تھا۔ اس لڑکی کے گھر والوں کو کسی نے بتا دیا کہ اس نے تو شادی کر رکھی ہے۔ لڑکی کسی گاؤں سے آئی ہوئی تھی اور یہاں پہلے یونیورسٹی ہاسٹل میں اور اب کسی پرائیویٹ ہاسٹل میں رہتی تھی۔ لڑکی کا بھائی اس کی کورٹ میرج کی خبر سن کر گاؤں سے یہاں آ گیا۔ پہلے اس کے ہاسٹل گیا پھر تلاش کرتا یونی آ گیا۔ وہ بیچاری ٹرانسکرپٹ لے کر نکل رہی تھی۔ بھائی سامنے آ گیا۔ اس سے پوچھا تو نے کسی سے شادی کر رکھی ہے یونی میں لوگ کہہ رہے تھے اس نے سوچا ہو گا جا تو رہی ہوں انکار کیوں کروں، اس نے بھائی سے کہہ دیا

ہاں...... بس اس نے اسی وقت ریوالور نکالا اور اسے وہیں شوٹ کر دیا۔‘‘

’’مر گئی......؟‘‘ انیقہ نے سینے پر ہاتھ دھرتے ہوئے کہا۔

’’اسی وقت ماما...... اوہ مائی گاڈ...... مجھے تو اب یاد آنے سے ڈر لگ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور اتنا خون جیسے بقرعید پر کسی جانور کے ذبح کرنے سے بہتا ہے۔‘‘

’’میرے خدا......‘‘

’’بھائی کو اسے مارنا تو نہیں چاہیے تھا ناں ماما...... کیا ہوا اگر اس نے کورٹ میرج کر لی تھی۔‘‘

’’یہ عزت کا معاملہ ہوتا ہے میری جان...... جس گھر کی کوئی لڑکی اتنا بڑا قدم اٹھا لیتی ہے اس کے گھر والے کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہتے، جذبات میں آ کر انتہائی قدم اٹھا بیٹھتے ہیں، غلطی لڑکی کی تھی کیوں اس نے گھر والوں کی مرضی کے بغیر چھپ کر شادی کی۔‘‘

’’کوئی وجہ ہو گی ماما......‘‘

’’کوئی بھی وجہ ہو...... کتنی ہی بڑی وجہ...... اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔‘‘

’’اور آپ کو بتاؤں بھائی اسے شوٹ کرنے کے بعد فرار بھی نہیں ہوا۔ اس نے چلّا، چلّا کر کہا پولیس کو بلاؤ مجھے گرفتار کرے۔ ہم لوگ تو بھاگ کر اِدھر اُدھر چھپ گئے تھے۔‘‘

’’لڑکیوں کو عقل سے کام لینا چاہیے۔ بہن تو جان سے گئی...... بھائی کی زندگی برباد ہوئی۔ اب تھانے، کچہری، جیل بھگتے گا اور وہاں سے چھوٹا بھی تو ساری زندگی بہن کا قاتل کہلائے گا۔‘‘

’’شادی کرنا کوئی جرم تو نہیں ماما...... اگر اس کی بہن نے شادی کر بھی لی تھی تو یہ تو اس کا حق تھا۔ اس کے بھائی کو اس کا مرڈر تو نہیں کرنا چاہیے تھا۔‘‘

’’اس نے اپنے حق کا استعمال غلط کیا۔ گھر والوں کو بتاتی کہ میں اس لڑکے سے شادی کرنا چاہتی ہوں۔‘‘

’’ہو سکتا ہے اس کے گھر والے نہ کرتے۔‘‘

’’اگر وہ اپنی بیٹی کے لیے مناسب سمجھتے تو ضرور کرتے۔‘‘

’’آپ کو نہیں پتا ماما بعض لوگ نہیں کرتے...... میری ایک کلاس فیلو ہے، اس کی ہماری ہی کلاس کے ایک لڑکے سے انڈراسٹینڈنگ ہے، لڑکی نے اپنے گھر میں بات بھی کی مگر سنا ہے اس کے گھر والے راضی نہیں ہو رہے۔‘‘

’’کوئی وجہ ہو گی۔‘‘

’’کوئی وجہ نہیں۔‘‘

’’تمہیں کیسے پتا؟‘‘

’’وہ خود ہی بتاتی ہے۔‘‘

’’میرا دل نہیں مانتا۔‘‘

’’کیوں......؟‘‘

’’کیونکہ لڑکیوں کے والدین آج کل اپنی بچیوں کے رشتوں کے لیے اتنے فکر مند رہتے ہیں کہ کوئی بھی صحیح الدماغ ماں، باپ اچھا رشتہ نہیں گنوانا چاہتے۔‘‘

یمنیٰ پرانے وقتوں کی لڑکی نہیں تھی، وہ بحث کرنا جانتی تھی۔

’’فرض کریں میں آپ سے یہ کہوں کہ مجھے فلاں لڑکا پسند ہے تو کیا آپ اور ڈیڈی اس سے میری شادی کر دیں گے؟‘‘

’’ہے کوئی پسند؟‘‘ انیقہ نے مسکراتے ہوئے معنی خیز نگاہوں سے اسے دیکھا۔

’’میں نے پہلے ہی کہہ دیا ہے...... فرض کریں۔‘‘ یمنیٰ نہایت سنجیدہ دکھائی دی۔

’’اگر ہم نے لڑکے کو تمہارے لیے بہتر پایا تو ضرور کر دیں گے۔‘‘

’’آپ لوگ ایجوکیٹڈ اور سمجھدار ہیں ناں اس لیے...... بعض ماں، باپ اور یہاں تک کہ بھائی، بہن بھی بہت سخت ہوتے ہیں، لڑکیوں کی پسند کو اہمیت نہیں دیتے۔ اسی لیے لڑکیاں غلط قدم اٹھا لیتی ہیں۔‘‘

’’دیکھو بیٹا، لڑکی کو شادی کو زندگی کا حرفِ آخر نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اگر سچ پوچھو تو شادی لڑکی کے

لیے وہ نقطۂ آغاز ہے جہاں سے اس کے لیے آزمائش شروع ہوتی ہے اس آزمائش سے گزر گئے تو فبہا پھنس گئے تو انا للہ......“

یمنیٰ ہنس دی۔

”سچ کہہ رہی ہوں میری جان۔“

”آپ مجھے ڈرائے دے رہی ہیں۔“

”خدا نہ کرے، میں تمہاری ماں ہوں...... ویل وشر ہوں تمہاری...... خدانخواستہ میں کیوں ڈراؤں گی تمہیں۔“

”میں مذاق کررہی ہوں۔“ یمنیٰ کچھ شرمندہ سی ہوگئی۔

”مگر میں بالکل سنجیدہ ہوں اور آج تمہیں وہ بات سمجھانے کی کوشش کروں گی جو تمہاری ماں ہونے کے ناتے میرا فرض بنتا ہے۔“ انیقہ نے توقف کیا۔ یمنیٰ متجسس دکھائی دینے لگی۔ ”دیکھو بیٹا۔“ انیقہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیا اور بولی۔ ”شادی ہر لڑکی کی تمنا ہوتی ہے...... میری بھی تھی، رشتے آتے مگر کہیں بات نہیں بنتی۔ میں اتنی مایوس ہوگئی کہ مجھے رشتے والوں کے آنے سے چڑ محسوس ہونے لگی۔ مجھے لگتا شادی ہونا میری قسمت ہی میں نہیں۔ اوپر سے پوچھنے والے جان عذاب کیے رکھتے۔ شادی ہوگئی؟ کیوں نہیں ہوئی؟ وغیرہ، وغیرہ تمہاری مدر خدا ان کی مغفرت کرے انہوں نے بھی اپنی کوششوں سے میرے لیے دو رشتے بھجوائے مگر وہاں بھی بات نہیں بن سکی...... اب تم اللہ کی رضا دیکھو کہ تمہاری ممی بیچاری دنیا سے چلی گئیں اور اللہ نے ان کی جگہ مجھے تمہارے گھر میں بھیج دیا۔“

”اب تو آپ کا گھر ہے ماما۔“ یمنیٰ بولی۔

”تمہاری محبت اور سعادت مندی ہے میری جان......“ انیقہ نے اسے پیار کیا پھر سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولی۔ ”اللہ گواہ ہے یمنیٰ کہ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی یہ بات کہ میری شادی تمہارے ڈیڈی سے ہوگی...... اب سمجھ میں آتا ہے کہ وہ جو رشتے میرے لیے دیا کرتے تھے اور ان کے پلٹ کر نہ آنے پر مجھ سمیت تمام گھر والے پریشان اور فکر مند ہو جایا کرتے تھے وہ کیوں نہیں پلٹتے تھے...... اس لیے کہ مجھے تو اس گھر میں آنا تھا...... اور اپنے اس ذاتی تجربے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچی ہوں کہ وہ لڑکیاں جو شادی نہ ہونے سے خود بھی پریشان رہتی ہیں اور اپنی مایوسی سے اپنے گھر والوں کو بھی نفسیاتی دباؤ میں رکھتی ہیں بلکہ کبھی، کبھی اپنے لیے الٹے سیدھے فیصلے بھی کر جاتی ہیں وہ ناسمجھ اور عاقبت نااندیش ہوتی ہیں...... تمہارے ڈیڈی سے اپنی شادی کے بعد میرا اس بات پر پکا یقین ہوگیا ہے کہ جوڑے آسمان پر بنتے ہیں۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کہ کس کا مقدر کس کے ساتھ لکھا ہے۔“

”آپ مجھے یہ سمجھانے کی کوشش کررہی ہیں کہ مجھے شادی کے لیے فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔“ یمنیٰ مسکراتے ہوئے بولی۔

”تمہی کو نہیں...... کسی بھی لڑکی کو نہ فکر مند ہونا چاہیے نہ مایوس...... البتہ دعا ضرور کرنی چاہیے کہ اچھے لوگوں سے تعلق جڑے، اچھا شریکِ زندگی ملے۔“

”اس کا مطلب ہے آپ بہت دعا کرتی ہوں گی...... تبھی تو آپ کو ڈیڈی جیسا شریکِ زندگی ملا ہے۔“

”شکر کرتی ہوں اپنے رب کا...... اللہ کرے تمہارا نصیب بھی کسی اچھے انسان کے ساتھ کھلے۔“

”مجھے تو دعا مانگنے کی ضرورت ہی نہیں...... آپ جو ہیں میرے لیے دعا مانگنے کو......“ یمنیٰ نے خوش دلی سے کہا۔

”حاجت مند کو خود بھی دعا مانگنی چاہیے میری جان۔“

”یو آر گریٹ سوئٹ ماما......“ یمنیٰ بہت لاڈ سے اس سے لپٹ گئی۔ انیقہ نے اسے اپنی بانہوں میں سمیٹ لیا۔

انہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا تھا کہ وہ سوتیلی ماں بیٹی تھیں...... انیقہ کی شادی میں تاخیر اسی لیے ہوئی کہ اسے ماں سے محروم ہو جانے والے پانچ بچوں کی ماں بننا تھا۔

سو ہر لڑکی کو راضی بہ رضا رہنا لازم!

دامن میں جس کے ایک بھی تارِ وفا نہیں

بنتِ زہرا ثانی

اس نے میرے ہاتھوں پر مہندی لگائی جب میں نے چارجز پوچھے تو اس نے لینے سے صاف انکار کردیا۔ میرے اصرار پر بولی کہ ”نہیں ابھی نہیں پھر حساب برابر کرلوں گی شاید زیادہ ہی وصول کرلوں۔“ میں نے سادہ سے انداز میں سادہ سی بات سمجھی شاید وہ اپنی شادی پر بھاری گفٹ لینا چاہ رہی تھی اور پھر ایک دن ایسا آیا کہ اس نے چارجز اتنے اور اتنے زیادہ وصول کیے کہ کوئی شمار نہیں تھا......

